حج کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

ادارۃ المعارف کراچی

فہرستِ مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبۂ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ.

(التوبہ: ۱۱۹)

تمہید

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز! آج کا یہ مبارک اجتماع ان بہنوں اور بھائیوں پر مشتمل ہے جو تازہ تازہ حرمین مبارک پر حاضری دے کر واپس آئے ہیں۔ حج کی دولت ایسی عجیب ہے کہ اس میں تمام عبادتوں سے ایک الگ انفرادیت ہے۔

فوائدِ حج کے حصول کے لئے بیت اللہ کی حاضری ضروری ہے

اسلام کے اندر تمام عبادتیں عظیم الشان اور ایک دُوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور اسی طرح دیگر عبادات، ان کی الگ الگ برکات اور انوارات ہیں، اور دُنیا و آخرت کی زندگی میں ان کے عظیم الشان اثرات ہیں، اور ان میں سے ایک عبادت سے دُوسری عبادت کی ضرورت بھی پوری نہیں ہوتی۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ نماز پڑھنے سے روزے کی ضرورت پوری ہوجائے تو ایسا نہیں ہوسکتا، اسی طرح اگر کسی کی یہ خواہش ہو کہ زکوٰۃ دے کر نماز کی ضرورت پوری کرلے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح حج کا فائدہ بھی دیگر عبادات کے ذریعے حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ فوائدِ حج کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ بیت اللہ شریف جاکر حاضری دی جائے۔

مختلف عبادات کے اثرات

ہر عبادت کا ایک الگ فائدہ ہے جس کا اثر انسان کے دِل و دِماغ

اور اس کے اعمال و اخلاق پر پڑتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں نماز کا ایک اہم فائدہ یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ فحش اور بُرے کاموں سے منع کرتی ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:-

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ.

(العنکبوت:۴۵)

ترجمہ:- بلاشبہ نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

روزے کا فائدہ یہ بتلایا گیا کہ اس سے انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے، چنانچہ یہ کہا گیا:-

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ:- اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

گویا روزے کی تاثیر یہ ہے کہ وہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے اور انسان کے دِل میں یہ احساس رہنے لگتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

زکوٰۃ کا فائدہ یہ ذکر کیا گیا کہ اس سے مال پاک ہوتا ہے اور مال میں برکت پیدا ہوتی ہے اور غرباء و مساکین کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

حج کے فوائد سننے سے سمجھ نہیں آسکتے

لیکن حج کے معاملے میں قرآن مجید نے بالکل الگ انداز اختیار کیا، وہ یہ کہ حج کے فائدے صراحتاً ذکر نہیں کئے بلکہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا جو حکم دیا تھا اُسے قرآن مجید میں یوں ذکر کیا گیا:-

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَأْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّأْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ. (الحج:۲۷)

ترجمہ:- اور لوگوں میں حج کے لئے ندا کرو کہ تمہاری طرف پیدل اور دُبلے دُبلے اُونٹوں پر جو دُور دراز راستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہوکر) چلے آئیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں اعلانِ حج کا حکم دینے کے بعد پہلے یہ خوشخبری سنائی گئی کہ لوگ حج کے لئے آئیں گے حتیٰ کہ اتنے دُور دراز سفر سے بھی آئیں گے کہ اُونٹیاں چلتے چلتے دُبلی ہوجائیں گی۔ اور پھر ان کے آنے کا معنی خیز فائدہ بتلاتے ہوئے یہ فرمایا گیا:-

لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ.

(تا کہ وہ اپنے منافع کا خود مشاہدہ کرلیں)

دیکھئے! نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے فائدے بیان کردیئے لیکن حج کے فائدے ذکر کرنے کے بجائے یوں کہا گیا کہ: ''وہ خود آکر اپنے

منافع کا مشاہدہ کرلیں‘‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کے فائدے ایسے ہیں کہ اگر انہیں کوئی بیان کرے گا تو بھی سننے والے سمجھ نہیں سکیں گے، گویا یہ فائدے پڑھنے، سننے سے سمجھ میں آہی نہیں سکتے بلکہ ان فوائد کا تعلق تجربہ اور مشاہدہ سے ہے۔

مثال

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ مثلاً کوئی شخص آپ سے پوچھے کہ آم کسے کہتے ہیں؟ اگر آپ یہ جواب دیں کہ ایک پھل ہوتا ہے جو گرمیوں میں آتا ہے، آپ کہیں کہ نہیں صاحب! وہ خربوزے سے بھی چھوٹا ہوتا ہے اور کچھ لمبوترا سا بھی ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ کہے گا کہ بھائی! کھیرا بھی خربوزے سے چھوٹا ہوتا ہے اور لمبوترا بھی ہوتا ہے۔ آپ کہیں کہ وہ ذرا ٹیڑھا بھی ہوتا ہے اور اس میں ہلکا سا پیلا پن بھی ہوتا ہے۔ تو وہ کہے گا کہ پھر تو وہ سیب کی طرح کا ہوگا۔ آپ کہیں کہ نہیں صاحب! اس کے اُوپر چھلکا ہوتا ہے، وہ اُتار لیتے ہیں، اس کے اندر گودا ہوتا ہے اور گودے کے اندر گٹھلی ہوتی ہے۔ تو وہ کہے گا کہ املی بھی ایسی ہوتی ہے۔ غرضیکہ آپ آم کی جتنی بھی علامتیں بتاتے چلے جائیں، اس سے آم کی پوری حقیقت سمجھ میں نہیں آئے گی اور نہ یہ پتہ چلے گا کہ آم کا ذائقہ کیا ہے؟ لیکن اگر آپ اُسے ایک آم لاکر دے دیں اور کہیں کہ ذرا اسے کھا کر دیکھ لو تو اُسے سب کچھ پتہ چل جائے گا اور اُسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

حجِ بیت اللہ کے حیرت ناک اثرات

حج کے معاملے میں بھی قرآن مجید نے یہی اسلوب اختیار کیا اور گویا یوں فرمایا کہ اگر تمہیں حج کے فائدے بتلائے جائیں تو تم انہیں سمجھ ہی نہیں سکو گے، ہاں! اگر خود حج کے لئے چلے جاؤ تو پتہ چل جائے گا کہ حج کے منافع کیا ہیں، تمہارا دِل گواہی دے گا کہ تمہارے اندر انقلاب آرہا ہے، تمہارے کردار میں تبدیلی آرہی ہے، تمہاری سوچ تبدیل ہو رہی ہے، تمہارے جذبات بدل رہے ہیں اور یہاں آکر تم کچھ اور ہو گئے ہو۔ حج پر جاکر آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں جو اپنے وطن میں تھا، میں کچھ اور ہو گیا ہوں۔ یہ سب حجِ بیت اللہ کے حیرت ناک اثرات ہیں۔

سادگی مگر.....

حالانکہ بیت اللہ شریف ایک سادہ سی عمارت ہے، بظاہر اس میں کوئی خوبصورتی اور فنِ تعمیر کی شاہکاری نظر نہیں آتی، کالے پتھروں کی ایک عمارت ہے، جس میں کوئی کھڑکی تک نہیں، ایک دروازہ ہے، اس پر بھی پردہ پڑا ہوا، لیکن آنکھ ہے کہ اس کے دیکھنے سے تھکتی نہیں، سیر نہیں ہوتی، وہاں سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتی اور دیکھتے رہنے کے باوجود دِل نہیں بھرتا۔

عجیب مقناطیسیت

دُنیا کے اندر بہت سی عجیب تعمیرات موجود ہیں، سات عجائب مشہور ہیں، اور اب تو دُنیا عجائبات سے بھری ہوئی ہے، لیکن ان سب کا حال یہ

ہے کہ کسی انتہائی حسین سے حسین منظر اور خوبصورت سے خوبصورت عمارت کو ایک دفعہ دیکھیں، دو مرتبہ دیکھیں، دس مرتبہ دیکھ لیں، زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس مرتبہ دیکھنے سے دِل بھر جائے گا حتیٰ کہ اُسے دیکھنے کو جی نہیں چاہے گا، لیکن اس کالے کالے پتھروں والے کمرے میں کیا عجیب مقناطیسیت ہے کہ نظروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، دِل موہ لیتا ہے کہ گھروں کو آنے کے باوجود دِل وہیں لگا رہتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ خود تو آگئے لیکن دِل وہیں چھوڑ آئے۔

منافع بقدر اخلاص وتقویٰ

اس لئے حج کے منافع بتلانے کے بجائے یوں کہا گیا کہ: ''وہ خود آکر اس کے منافع کا مشاہدہ کریں۔'' اور ہر شخص اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق ان منافع کا مشاہدہ کرے گا، جس کے اندر جتنا زیادہ اخلاص، تقویٰ اور جذبہ ہے اور جتنی زیادہ احتیاط کے ساتھ وہ حج کر رہا ہے، اتنے ہی اس کو منافع زیادہ نظر آئیں گے۔

ہر بار نئے منافع

اور پھر ایک بات یہ ہے کہ جتنی بار حج پر جاؤ گے، ہر مرتبہ نئے فائدے نظر آئیں گے، ہر سال نظر آنے والے منافع بڑھتے ہی رہیں گے، کیونکہ اس کے منافع کی کوئی حد و انتہاء نہیں، ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق منافع کا مشاہدہ کرکے اپنے ایمان کے اندر تازگی پیدا کرتا ہے۔

قبولیتِ حج اور اس کی علامات

میں آپ حضرات کو اس مبارک فریضے کی ادائیگی پر مبارک باد دیتا ہوں اور یہ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کے حج کو قبول فرمائے۔

پہلی علامت

قبولیتِ حج کی ایک علامت احادیث کے اندر یہ آئی ہے کہ جمرات پر شیطان کو جو کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جن کا حج قبول ہوجاتا ہے، ان کی یہ کنکریاں اُٹھالی جاتی ہیں'' اور جو کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں یہ ان لوگوں کی ہوتی ہیں جن کا حج قبول نہیں ہوتا۔ اس لئے علمائے کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ وہاں کی کنکریاں اُٹھا کر رمی نہ کی جائے کیونکہ یہ ان لوگوں کی کنکریاں ہیں جن کا حج مقبول نہیں ہوا۔

قرآن مجید میں بیت اللہ شریف کے بارے میں یہ کہا گیا ہے:-

فِيهِ ايٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ. (آل عمران:۹۷)

(اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں)

ان کھلی کھلی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جن کا حج قبول ہوجاتا ہے، ان کی کنکریاں اُٹھالی جاتی ہیں۔

دُوسری علامت

قبولیتِ حج کی دُوسری علامت وہ ہے جو ہم نے اپنے بزرگوں سے

سنی، وہ یہ کہ حج سے واپس آنے کے بعد آدمی کے اعمال میں بہتری پیدا ہوجائے، فرائض و واجبات کی ادائیگی میں جتنا اہتمام پہلے ہوتا تھا، اب اس سے زیادہ ہونے لگے اور گناہوں سے بچنے کی پہلے جتنی کوشش کی جاتی تھی، اب اس سے زیادہ ہونے لگے۔ اگر کسی کے اندر یہ بات پیدا ہوجائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ''حجِ مقبول'' لے کر آیا ہے۔

تیسری علامت

ایک علامت اور بھی ہے، یہ بھی ہم نے اپنے بزرگوں سے سنی ہے، وہ یہ کہ دوبارہ وہاں جانے کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ حج کے بعد ہمارے اعمال میں کیا تبدیلی آئی ہے، فرائض و واجبات کی ادائیگی میں جو اہتمام حج سے پہلے ہوتا تھا، اس اہتمام میں بہتری آئی ہے یا نہیں؟ گناہوں سے بچنے کی جو کوشش حج سے پہلے ہوتی تھی، اس کوشش میں کچھ اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر یہ تبدیلیاں ہوئی ہیں تو پھر یہ حجِ مقبول کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا حج نصیب فرمائے۔

مایوسی کی کوئی بات نہیں

لیکن اگر خدانخواستہ اعمال میں بہتری پیدا نہیں ہوئی اور وہی کیفیت برقرار ہے جو حج سے پہلے تھی، تو بھی مایوسی کی کوئی بات نہیں، توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اب توبہ کرلیں تو پچھلے سارے گناہ معاف۔

ولی اللہ بننے کا آسان طریقہ

حکیم الأمت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ بننا بہت مشکل کام ہے، اس کے لئے برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہے، حالانکہ یہ بات بالکل دُرست نہیں، ''ولی اللہ'' کا مطلب ہے ''اللہ کا دوست'' اور ولی اللہ بننا ہر آدمی کے اختیار میں ہے، جب چاہے ولی اللہ بن جائے۔ ابھی آپ چاہیں تو ابھی ولی اللہ بن سکتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک منٹ میں آدمی اللہ رَبّ العزت کے سامنے شرمندہ ہوکر اپنے سب گناہوں پر توبہ کرلے تو گناہوں سے پاک ہوجائے گا، کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے:-

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ.

(مشکوۃ باب الاستغفار والتوبۃ حدیث:۲۳۶۳)

ترجمہ:- گناہ سے توبہ کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

توبہ وہ کلیدِ کیمیا ہے جو مٹی کو سونا اور جوہر بنادیتی ہے، منٹوں میں آدمی گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

حج قبول ہونے کا مطلب؟

یہاں ایک بات سمجھ لیجئے! ایک ہے حج کا قبول ہونا، اور ایک ہے حج کا ادا ہونا۔ دونوں باتیں الگ الگ ہیں، حج تو اس وقت ادا ہوجائے گا

جب آپ حج کے سارے اعمال قاعدے کے مطابق ادا کرلیں گے۔ حج کے دو ہی رُکن ہیں، ایک وقوفِ عرفہ خواہ ایک منٹ کے لئے ہو، اور دُوسرے طوافِ زیارت۔ باقی کچھ واجبات ہیں، کچھ شرائط ہیں اور کچھ سنن و مستحبات ہیں، لہٰذا اگر حج کے شرعی طریقہ کار کے مطابق فرائض و واجبات ادا کرلیں تو حج کا فریضہ ادا ہوگیا، لیکن اگر وہ حج مقبول نہیں تو اس پر ثواب نہیں ملے گا، اس لئے حج مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اجر و ثواب بھی مرتب ہو۔

شکر کرنے کے ثمرات

اور اگر حج سے آنے کے بعد آپ اپنے اعمال میں بہتری محسوس کرتے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، شکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تم کسی نعمت پر شکر ادا کروگے تو ہم اس نعمت میں اور اضافہ کریں گے:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ. (ابراہیم:۷)

(اگر احسان مانوگے تو اور بھی دوں گا تم کو)

لہٰذا شکر کا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہارے اعمال میں اور بہتری پیدا ہوگی، نیک اعمال کا جذبہ اور پیدا ہوگا، گناہوں سے نفرت میں مزید اضافہ ہوگا، جتنا شکر کرتے جاؤ گے، اتنی یہ نعمت بڑھتی چلی جائے گی، اعمالِ خیر بڑھتے چلے جائیں گے اور گناہ کم ہوتے چلے جائیں گے، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آجائے

گا کہ طاعات میں مزہ آنے لگے گا اور گناہوں سے نفرت ہوجائے گی اور اگر خدانخواستہ کبھی گناہ میں مبتلا ہو بھی گئے تو اس میں مزہ نہیں آئے گا۔

گناہ مزے کی چیز نہیں

سچی بات یہ ہے کہ گناہ مزے کی چیز ہے ہی نہیں، اگر رُوحانی طور پر انسان تندرست ہے تو اُسے گناہ سے ہمیشہ وحشت اور نفرت ہوگی، کیونکہ گناہ کرنے سے پہلے اس پر یہ تصوّر غالب ہوجائے گا کہ اپنے حقیقی خالق و مالک کی نافرمانی کر رہا ہوں اور تاجدارِ دو عالم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونے کے باوجود ان کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہوں، یہ تصوّر ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے اُسے گناہ میں مزہ نہیں آئے گا۔

گناہ میں لذّت آنے کی مثال

لیکن اگر خدانخواستہ گناہ میں مزہ آنے لگے تو یہ تندرستی کی علامت نہیں بلکہ بیمار ہونے کی نشانی ہے۔ حکیم الأمت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بڑی اچھی مثال دی ہے، فرمایا کہ دیکھو! تندرست آدمی اگر کھجلائے تو اُسے اس میں کوئی مزہ نہیں آئے گا، لیکن اگر اس کے خون میں تیزابیت پیدا ہونے سے خارش کی بیماری لگ جائے تو کھجلانے میں کتنا مزہ آتا ہے، مقولہ مشہور ہے:-

جو مزہ ہے کھاج میں، نہیں ہے وہ راج میں۔

خارش کے مریض کو جو مزہ کھجلانے میں آتا ہے، اور کسی چیز میں نہیں آتا، لیکن اس مزے کا آنا اس کے بیمار ہونے کی علامت ہے۔ اسی

لئے وہ ڈاکٹروں کے پاس جا کر اپنی بیماری کا علاج کراتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرے خون کی خرابی سے جو مجھے کھجلانے میں مزہ آنے لگا ہے، میرے اس مزے کو ختم کردو۔ اسی طرح اگر گناہوں میں مزہ آنے لگے تو اس مزے کے خاتمے کے لئے بھی علاج ضروری ہے۔

انسان ماحول سے متأثر ہوتا ہے

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ماحول سے متأثر ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت بھی یہ تھی کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے کہ: یا رسول اللہ! جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم جنت اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب گھر چلے جاتے ہیں اور بیوی بچوں کے ساتھ باتوں میں لگ کر اس کو بھول جاتے ہیں۔[۱]

---

(۱) صحیح مسلم میں اس سے متعلق حضرت حنظلہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ مذکور ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت حنظلہؓ کو اپنی کیفیت بدلنے پر نفاق کا ڈر ہوا، جس کا تذکرہ انہوں نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا اور اپنی حالت بتلائی، انہوں نے جواب میں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اُٹھنے کے بعد تو ہماری بھی کیفیت بدل جاتی ہے۔ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان دلانے پر تسلی ہوئی۔ أنظر صحیح مسلم: باب فضل دوام الذکر والفکر فی أمور الآخرة والمراقبة وجواز ترک ذلک فی بعض الأوقات والاشتغال بالدنیا. رقم الحدیث: ۲۷۵. أیضاً فی جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۱۴، وفی مسند أحمد بن حنبل ج:٤ ص:٣٤٦.

حج کے اثرات دراصل تقویٰ کی کیفیت ہے

آپ حضرات حج پر تشریف لے گئے تو وہاں کے ماحول کے اثرات آپ پر پڑے اور ابھی تک وہ آثار موجود ہیں، اس سے پہلے کہ وہ اثرات ماند پڑیں، ان کی حفاظت کیجئے۔ یہ اثرات دراصل تقویٰ کی کیفیت ہے، اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، قرآن مجید میں اس کی حفاظت کا طریقہ بتایا گیا، اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:-

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

(التوبہ:۱۱۹)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت میں پہلے یہ کہا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو اور گناہوں سے بچو۔

تقویٰ کیسے اختیار کریں؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا ماحول گناہوں سے بھرا ہوا ہے، اِدھر جاؤ گناہوں کی دعوت، اُدھر جاؤ گناہوں کی کثرت، نگاہوں کو گناہوں سے بچانا آسان نہیں، کانوں کو گناہوں سے بچانا آسان نہیں، کہیں گانے باجے ہیں، کہیں غیبت ہے، کہیں گالیاں ہیں اور کہیں جھوٹ ہے۔ اپنے پیٹ کو حرام مال سے بچانا آسان نہیں، کہیں رشوت ہے، کہیں سود ہے، کہیں

ناجائز ملازمتیں ہیں، کہیں کام چوری ہے (کہ تنخواہ تو پوری لے رہے ہیں لیکن ڈیوٹی پوری نہیں دے رہے) وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم تو بہت مختصر ہے، لیکن جب اس کا عملی پہلو سامنے آتا ہے تو گناہوں سے بچنا آسان نظر نہیں آتا، گویا معاشرے کی حالت ایسی ہے کہ ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ بکھری ہوئی ہے اور آپ کو اسی کیچڑ میں چلنا ہے، لیکن اپنے بدن، کپڑوں اور جوتوں کو اس کیچڑ سے بچانا ہے، یہ کوئی آسان کام نہیں۔

قرآن مجید کا خاص اسلوب

لیکن یہ حکم دینے والا رَبّ الاَرباب ہے، ہمارا خالق و مالک ہے، ہمارے اندر گناہوں کے جذبات بھی اُسی نے پیدا کیے، وہ ہماری کمزوریوں سے بھی واقف ہے اور ان کمزوریوں کا علاج بھی جانتا ہے، چنانچہ قرآن مجید کا یہ اسلوب ہے کہ جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم دیتے ہیں جس میں کچھ مشقت یا مشکلات ہوں تو ساتھ ساتھ ایک اور حکم بھی دیتے ہیں، اس دُوسرے حکم پر عمل کرنے سے پہلے حکم پر عمل پیرا ہونے میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔

تقویٰ اختیار کرنے کا طریقہ...

اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا

یہاں پر جب پہلے یہ حکم دیا کہ تم تقویٰ اختیار کرو (یعنی گناہوں سے بچو) تو ساتھ ہی ایک حکم دے دیا جس سے اس پر عمل کرنا آسان

ہوگیا، وہ حکم یہ ہے:۔

وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ.

(اور سچوں کے ساتھ رہو)

یعنی اللہ والوں کے ساتھ رہا کرو، اللہ والوں سے تعلق جوڑ لو، ان سے محبتیں پیدا کرلو، ان کے پاس جایا کرو، ان سے ملا کرو، ان کی باتیں سنا کرو، وغیرہ۔ جب یہ ہوگا تو تقویٰ خود بخود پیدا ہوجائے گا، اللہ والوں کے ساتھ تمہارا ملنا جلنا جتنا زیادہ ہوگا، تمہارے لئے گناہوں سے بچنا اتنا ہی آسان ہوجائے گا۔

ایک واقعہ

اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے منزل اتنی آسانی سے طے ہوتی ہے کہ راستہ میں آنے والی مشکلات کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب مشکل آئی تھی اور کب چلی گئی؟ ہم ایک مرتبہ اپنے مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے، وہاں یہ بات چل رہی تھی کہ اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا کتنا فائدہ ہوتا ہے، اسی پر انہوں نے اپنا ایک قصہ سنایا، فرمایا کہ: ہندوستان میں رہائش کے زمانے میں ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں ہم تفریح کے لئے مسوری گئے ہوئے تھے، (مسوری ہندوستان کا ایک تفریحی مقام ہے اور یہ علاقہ دُوسرے علاقوں کے مقابلے میں سرد بھی ہے) وہاں جن صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے

تھے، وہ ایک روز ہمیں صبح سویرے گھمانے کے لئے لے کر نکلے، پروگرام یہ تھا کہ آج دن بھر سیر کریں گے، پہاڑوں میں ایک جگہ ایسی تھی کہ ایک پہاڑ اور دُوسرے پہاڑ کے درمیان کھائی تھی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان مشکل سے صرف ایک فٹ کا فاصلہ ہوگا، اگر غلطی سے قدم ایک پہاڑ سے اُٹھ کر دُوسرے پہاڑ پر پڑنے کے بجائے درمیانی خلاء پر پڑ جائے تو کئی ہزار فٹ گہرے خلا میں چلا جائے، ہم پھلانگتے ہوئے جارہے تھے، جب اس جگہ کے قریب پہنچے تو میزبان نے بتلایا کہ یہاں ایک جگہ ایسی آنے والی ہے جہاں دو پہاڑوں کے درمیان کھائی ہے، ذرا خیال رکھیں، جب وہ آئے گی تو میں آپ کو بتاؤں گا، جب وہ جگہ آگئی تو اس نے بتلادیا اور ہم آسانی سے پار ہوگئے کیونکہ فاصلہ زیادہ نہ تھا (صرف ایک فٹ کا فاصلہ تھا)۔

لیکن میرے ذہن میں واپسی کے وقت کا خیال لگا رہا کہ شام کے قریب واپسی ہوگی تو اس وقت اسے کیسے پار کیا جائے گا؟ چنانچہ مغرب کے بعد ہماری واپسی ہوئی، چلتے چلتے میں نے میزبان سے کہا کہ ذرا اس جگہ کا خیال رکھئے گا جہاں خطرناک کھائی ہے، اس نے جواب دیا: صاحب! وہ تو گزر بھی گئی۔

معلوم ہوا کہ اگر رہبرِ کامل ہو تو اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہیں مشکل پیش نہیں آتی بلکہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ کہیں مشکل تھی بھی سہی یا نہیں؟

تو قرآن مجید نے بھی تقویٰ کے راستے پر چلنے کا نسخہ یہ بتلایا کہ اللہ والوں کے ساتھ ہو جاؤ، راستہ کی مشکلات خود بخود دُور ہو جائیں گی۔

اللہ والے قیامت تک رہیں گے

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ آج کل اللہ والے کہاں ملتے ہیں؟ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: اس زمانے میں اگر تم اللہ والوں کو ڈھونڈو گے تو تمہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، بایزید بسطامیؒ اور مولانا رومؒ جیسے لوگ نہیں ملیں گے، تمہیں اس زمانے کے اللہ والے ملیں گے اور الحمدللہ وہ موجود ہیں، قیامت تک رہیں گے، کیوں؟ خود اسی آیت میں اس کی دلیل ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ والوں کے ساتھ رہو، اور اگر اللہ والے موجود نہ ہوں تو ان کے ساتھ رہنا ممکن ہی نہیں (اور اللہ تعالیٰ ایسا حکم نہیں دیتے جس پر عمل کرنا ممکن نہ ہو)، لہٰذا خود یہ آیت بتلا رہی ہے کہ قیامت تک اللہ والے رہیں گے، تمہارا کام یہ ہے کہ تلاش کرو۔

صراطِ مستقیم میں اللہ والوں کا حوالہ دیا گیا

سورۂ فاتحہ جسے ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دُعا سکھلائی کہ یوں کہو:-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. (الفاتحہ:۵)

(اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمایئے)

اور پھر سیدھے راستے کی تشریح یوں نہیں کہ "صِراطَ القُرآن" (قرآن کا راستہ)، "صِراطَ الحَدِیث" (حدیث کا راستہ) یا "صِراطَ الاِسلام" (اسلام کا راستہ) بلکہ اللہ والوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:-

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ.

(ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام کیا)

انعام یافتہ لوگ

اور انعام یافتہ لوگوں کی نشاندہی بھی فرمادی، چنانچہ قرآن مجید میں ایک دُوسری جگہ ارشاد ہے:-

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ. (النساء:٦٩)

ترجمہ:- پس وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

انعام یافتہ لوگ چار قسم کے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ:-

۱:- نبیّین۔ ۲:- صدیقین۔

۳:- شہداء۔ ۴:- صالحین۔

اگرچہ آج انبیاء موجود نہیں لیکن اللہ والوں کے باقی تین طبقے

موجود ہیں، تو قرآن یہ بتلا رہا ہے کہ ان کا راستہ ڈھونڈو اور ان کے پیچھے لگ جاؤ، سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا ایک خاص فائدہ

اللہ والوں کے ساتھ رہنے میں ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اگر اعمال میں کچھ کمی ہوئی تو اس سے درجات تو کم ہو جائیں گے لیکن پہنچیں گے وہیں جہاں وہ پہنچیں گے۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ اس کی ایک مثال دیا کرتے تھے کہ مثلاً کراچی سے ایک اعلیٰ قسم کی ریل پشاور کے لئے چلی، اس میں عمدہ اور شاندار قسم کی بوگیاں لگی ہوئی ہیں اور ہر طرح کی سہولتیں موجود ہیں، اس میں اُونچے درجے کے حکام اور افسران سفر کر رہے ہیں، اسی ریل کے آخر میں ایک پرانا زنگ آلود ڈبہ بھی لگا دیا گیا، تو اگرچہ اس ڈبے میں اور ان بوگیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، لیکن اس ڈبے میں بیٹھا ہوا مسافر بھی وہیں پہنچے گا، جہاں وہ پہنچیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ:- (آخرت میں) آدمی ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا۔

اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے اثراتِ حج کی حفاظت

اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہم حج سے

جو نیک جذبات لے کر آئے ہیں، تاجدارِ دو عالم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی فضاؤں کے اثرات اپنے اندر لے کر آئے ہیں، ان کی حفاظت رہے گی، کیونکہ یہ اللہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ غلام ہیں جنہوں نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقالی میں لگا رکھی ہے۔

کیسے لوگوں کی صحبت میں رہیں؟

اللہ والوں سے مراد بھی وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھال رکھی ہے، اور ایسا شخص اگر مستند عالمِ دین بھی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرنا ہزار غنیمت ہے۔

لیکن اگر کسی کو اپنے قریب میں مستند عالمِ دین اللہ والا نہیں ملا، لیکن ایسا شخص مل گیا جو باقاعدہ سند یافتہ عالمِ دین تو نہیں لیکن علماء کی صحبت میں رہا ہے اور علمائے کرام نے اس پر اعتماد کیا ہے تو اس کی صحبت بھی غنیمت ہے۔ ہمارے مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضابطے کے عالم نہیں تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چودہ سال تک صرف ایک کتاب پڑھی ہے، اور وہ کتاب میرا مرشد ہے، میں نے اپنے مرشد کو پڑھا ہے۔

دُوسرا راستہ: تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا

اور اگر اللہ والوں سے کسی کا تعلق کسی وجہ سے قائم ہونا مشکل ہو رہا

ہے، مثلاً اللہ والا بہت دُور رہتا ہے، اس سے تعلق قائم کرنے کا موقع نہیں مل رہا تو پھر دُوسرا راستہ ہے، وہ یہ کہ الحمدللہ ہماری تبلیغی جماعت کا کام ہو رہا ہے، یہ ایک خاموش دینی انقلاب ہے، اس وقت پوری دُنیا میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزر رہا کہ جس میں یہ تبلیغی قافلے اللہ کا پیغام نہ پہنچا رہے ہوں۔

یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ اس میں علمائے کرام کی کمی ہے، لیکن جتنے کام میں وہ لگے ہیں، اتنا کام علماء پر موقوف نہیں، ان کا کام چھ نمبروں کی حد تک ہے، البتہ اس کی برکت سے انہیں اور بھی بہت سی چیزیں نصیب ہوجاتی ہیں، تو جسے اللہ والوں کی صحبت میسر نہ ہو رہی ہو وہ تبلیغی جماعت میں زیادہ سے زیادہ وقت دے۔

تبلیغ میں لگنے کے لئے بھی حدود و قیود کی پابندی ضروری ہے

لیکن خوب یاد رکھئے! کہ تبلیغی جماعت میں لگنے کے لئے بھی حدود و قیود کی ضرورت ہے، لہٰذا تبلیغ میں اس طرح وقت لگائے کہ اس سے کسی کا حق تلف نہ ہو، نہ ماں باپ کا اور نہ بیوی بچوں کا، اگر ان کے حقوق تلف ہوئے تو قیامت کے روز اس سے مؤاخذہ ہوگا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری عمر میں ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ: الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنے احسانات کئے ہیں کہ

میں ان کا شکر ہی ادا نہیں کر سکتا۔ میں دُنیا سے کوئی حسرت لے کر نہیں جا رہا، اللہ تعالیٰ نے میری ساری ضرورتیں اور حسرتیں پوری فرمادیں، لیکن صرف ایک حسرت لے کر جا رہا ہوں۔ وہ حسرت ایسی ہے کہ وہ میرے ساتھ قبر تک جائے گی۔ (یہ بات کہتے وقت ان کے چہرے پر انتہائی غم کے آثار نمایاں تھے) ہم بڑی توجہ سے سننے لگے۔ فرمایا کہ:
جب میری والدہ مرض الموت میں مبتلا تھیں، اس وقت میں نے ان کی خدمت کے لئے تمام ممکنہ انتظامات کر رکھے تھے، خود بھی دن میں بارہا حاضر ہو کر خود اپنے ہاتھوں سے خدمت کرتا، علاج معالجہ کا مکمل انتظام کر رکھا تھا، ان کا ایک نواسہ جس کو انہوں نے پالا تھا اور جس سے انہیں بے پناہ محبت تھی، اسے چھٹی دلوا کر میں نے ان کی خدمت میں مقرر کر رکھا تھا، ان کی پوتی (یعنی ہماری بہن) لاہور میں تھی، وہ ان کی بہت چہیتی تھی، میں نے اُسے لاہور سے بلوا کر ان کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔

اگرچہ میں نے یہ سب انتظامات کر رکھے تھے لیکن میری والدہ کی خواہش یہ تھی کہ شفیع میری چارپائی کی پٹی سے لگا بیٹھا رہے، کیونکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا تھا، میں یہ سوچتا تھا کہ میرے ذمے فتویٰ کا کام ہے، دارالعلوم کی انتظامی ذمہ داری بھی ہے، ملک و ملت کے بھی کئی کام سرانجام دے رہا ہوں، تفسیر معارف القرآن بھی جاری ہے، یہ دین کے اہم کام ہیں، اس لئے میں سمجھتا تھا کہ میں مجبور ہوں، لیکن

کاش! اپنے سارے کاموں کو آگ لگادیتا اور اپنی والدہ کی پٹی سے لگ کر بیٹھ جاتا۔

یہ اس شخصیت کی سوچ ہے جس کی فقاہت کا لوہا پوری دُنیا نے مانا اور ہندوستان و پاکستان کے علماء نے اسے ''مفتیٔ اعظم پاکستان'' کا لقب دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے کاموں میں مختلف درجات ہیں، اعتدال کے ساتھ ان سب کو انجام دینا ہے، ان حدود کے ساتھ تبلیغی جماعت کا کام کریں۔

معمولاتِ یومیہ

۱:- دینی کتب کا مطالعہ

فارغ اوقات میں دینی کتابوں کا مطالعہ کریں، الحمدللہ ہر زبان میں دینی کتابیں موجود ہیں، جس کی جو زبان ہے وہ اسی میں ان کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

۲:- تلاوتِ قرآن مجید

روزانہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کریں، اس میں ناغہ نہ ہو، اگر زیادہ نہ ہوسکے تو کم از کم ایک رُکوع ہی کی تلاوت کرلیں، فجر کی نماز کے بعد جتنی فرصت ملے، خواہ دو تین منٹ ہی کیوں نہ ہوں، تلاوتِ قرآن کی کوشش کریں۔

۳:- مناجاتِ مقبول کی دُعائیں پڑھنا

اس کے علاوہ مناجاتِ مقبول میں سے بھی ہر روز کی دُعائیں اسی روز کے اعتبار سے مانگیں، اس میں وہ ساری دُعائیں موجود ہیں جو قرآن مجید میں آئی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی

ہوئی اور اُمت کو سکھائی ہوئی دُعائیں ہیں۔ حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دُعاؤں کو جمع کیا ہے، ان دُعاؤں کو سات حصوں میں تقسیم کردیا اور ہر حصے کا نام رکھا ''منزل''، مثلاً ہفتے کی منزل، اتوار کی منزل، پیر کی منزل وغیرہ۔ دُعائیں عربی میں ہیں، نیچے اُردو میں ترجمہ بھی ہے۔ تلاوت کے لئے کوشش کریں کہ روزانہ ایک منزل پڑھ لیں، اگر شروع میں پڑھنے میں دقت ہو اور پوری ایک منزل نہ پڑھی جاسکے تو آدھی منزل پڑھ لیں، آدھی منزل پڑھنا بھی مشکل ہو تو پاؤ منزل پڑھ لیں۔ مجھے ایک منزل پڑھنے میں چھ منٹ لگتے ہیں، جب آپ کو عادت ہوجائے گی تو آپ بھی چھ منٹ میں ایک منزل پڑھ لیا کریں گے۔

اس منزل میں بہت جامع دُعائیں ہیں، اپنے اور اپنے متعلقین کے دین و دُنیا میں ہر اعتبار سے مانگنے کی چیزیں موجود ہیں۔ اگر ہم چوبیس گھنٹے سوچیں کہ ہم کیا کیا چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگیں، تو بھی ہم وہ باتیں نہیں سوچ سکتے جو اس کے اندر آگئی ہیں۔

دو کام ہر حال میں

ان کے علاوہ دو کام ایسے ہیں کہ جو ہر حال میں کرنے ہی ہیں:-

۱:- نماز کی پابندی اور وہ بھی جماعت کے ساتھ، اور اگر کسی وجہ سے جماعت نہ مل سکے تو جہاں ہوں، جس حال میں بھی ہوں، نماز

نہ چھوڑیں۔

۲:- مالِ حرام سے بچنے کی کوشش۔

مالِ حرام سے مکمل اجتناب ضروری ہے

مالِ حرام کو اپنے لئے زہرِ قاتل سمجھیں، اپنے گھر میں ہرگز مالِ حرام نہ آنے دیں، خواہ کسی بھی شکل میں ہو، رشوت کی شکل میں ہو، سود کی شکل میں ہو، بینک کی ملازمت میں اگر سودی معاملات سے واسطہ پڑتا ہو تو وہ کام بھی حرام اور اس سے ملنے والی تنخواہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح کام چوری کر کے پوری تنخواہ لینا بھی حرام ہے۔ حرام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہ ہو اور زکوٰۃ لے لے، اسی طرح کاروبار میں جھوٹ بول کر، کم ناپ کر اور کم تول کر پیسے کمانا بھی حرام ہے۔

غرضیکہ حرام خوری کے جتنے بھی طریقے ہیں، ان سب سے اجتناب کریں اور نماز کی پابندی کرلیں تو اللہ ربّ العزت کی رحمت سے توقع ہے کہ انشاء اللہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین